Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal Impact Factor 4.94 ISSN No. 2456-1665

AMEER KHUSRU: As a Moral Teacher

امیر خسرو بحیثیت معلم اخلاق

Ghazala Hafeez
Research Scholar, JNU, New Delhi

غزالہ حفیظ
(ریسرچ اسکالر)جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی

ابوالحسن یمین الدین خسرو دہلوی(طوطیٔ ہند) ہندوستانی شعر وادب کی وہ گراں مایہ اور نابغہٴ روزگار شخصیت ہے جس پر ہمارا ملک و ملت جتنا بھی ناز کرے اتنا ہی کم ہے،اُن کی شخصیت کی رنگارنگی،ہمہ گیری،آفاقیت اور تنوع نے انھیں نہ صرف کشورِ ہندوستان بلکہ پوری دنیا میں مشہور و معروف کر دیا ہے۔امیر خسرو دہلوی کا تعلق ترکوں کے قبیلے لاچین سے تھا،والد محترم کا نام سیف الدین محمود جو کہ ترک سردار تھے بڑی خوبیوں کے مالک تھے،اُن کا شمار بلخ کے ہزارہ اُمراء میں ہوتا تھا۔وہ منگولوں کے حملہ کے وقت ہندوستان آگئے تھے اور یہیں دہلی میں قصبہ پٹیالی میں آباد ہو گئے تھے۔ان کے تین بیٹے اعزالدین علی شاہ،حسام الدین اور امیر خسرو تھے۔ان کی والدہ عماد الملک کی صاحبزادی تھیں جو اپنے دور کے بارسوخ اور ثروت مند لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے۔امیر خسرو 652 ہجری میں بمقام پٹیالی میں پیدا ہوئے،یمین الدولہ نام ابوالحسن لقب اور عرف امیر خسرو۔ان کی پیدائش کے بعد ان کے والد انھیں ایک مجذوب کے پاس لے گئے مجذوب نے دور ہی سے ان کو دیکھ کر کہا کہ " وہ شخص آتا ہے جو خاقانی سے بھی دو قدم آگے جائے گا"۔امیر خسرو کو بچپن سے ہی شعر و شاعری کا شوق تھا اور وہ کم عمری ہی سے عمدہ اور بہترین شعر کہنے لگے تھے چونکہ باپ ترکی النسل اور ماں ہندوستانی تھیں ہندوستانی اور ترکی کے حسین امتزاج نے ان کی شخصیت اور شاعری دونوں ہی پر اپنے گہرے،راسخ اور ہمہ گیر اثرات مرتب کیے تھے چونکہ کاتب ازل نے ان کو ذہن رسا اور فکر دقیق سے نوازا تھا اس لیے انھوں نے کم عمری ہی میں عربی،فارسی،ہندی،ترکی، سنسکرت،پنجابی اور سندھی وغیرہ زبانوں پر عبور حاصل کر لیا تھا اور اپنے زمانے کے تقریباً تمام مروجہ علوم و فنون پر دسترس حاصل کر لی تھی،شعر و شاعری کے علاوہ ان کو فن موسیقی سے بھی بڑی دلبستگی اور لگاؤ تھا اس لئے ان کو ایک عظیم موسیقار بھی تصور کیا جاتا ہے۔اور انھوں نے اس فن میں وہ عروج و کمال حاصل کیا جس کی مثال کہیں اور دیکھنے کو نہیں ملتی ہے،انھوں نے علم موسیقی میں کئی ساز اور راگ ایجاد کیے،ان راگوں میں مشہور و معروف جیسے (۱) مجیر،(۲) ساز گری،(۳)ایمن،(۴) عشاق،(۵) موافق،(۶) غنم،(۷) زیلف(۸) فرغنہ(۹)سہ پردہ،(۱۰) باخرر، (۱۱)فردوست یا پھر دوست اور(۱۲) منم۔ ہیں چنانچہ خودتان سین جیسی عظیم اور نابغہ روزگار موسیقی داں نے انھیں اس فن میں استاد اعظم مانا تھا۔

"امیر خسرو" نے شعر گوئی اور گیت و ساز میں ہی اپنی زندگی صرف نہیں کی بلکہ تصنیف و تالیف میں بھی امیر خسرو کی اپنی یادگار دستیاب ہیں۔ وہ شاہی دربار سے وابستگی رکھنے کے باوجود بھی قلم و قرطاس کے دھنی رہے تھے۔اس لیے ان کے کل اشعار کی تعداد پانچ لاکھ سے زیادہ ہیں اور کل تصانیف ۹۰ سے اوپر ہیں۔انھوں نے اُردو کے ساتھ ساتھ فارسی میں بھی بیشتر کتابیں لکھی ہیں۔ خسرو نے ہر صنف شعر، مثنوی، قصیدہ، غزل۔اُردو دوہے، گیت،پہلیاں وغیرہ میں طبع آزمائی کی۔اور خسرو کے پانچ دیوان بھی دستیاب ہیں۔

۱۔دیوان تحفۃ الصغر ۲۔دیوان وسط الحیات ۳۔غرۃ الکمال ۴۔بقیہ نقیہ ۵۔نہایت الکمال۔

چنانچہ ان کی نظم و نثر اور تصانیف کی تعداد میں اختلافات پایا جاتا ہے، جامی نے ۹۹ ،امین رازی کے مطابق ۱۹۹،نواب محمد اسحاق نے ۴۵،تاہم وحید مرزا نے ۲۱ تصانیف بتائی ہیں۔اگرچہ امیر خسرو کی تصانیف کی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ لیکن یہ بات واضح ہے کہ امیر خسرو زود گو تھے۔

امیر خسرو، محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء کے مرید تھے، خسرو کو بھی پیر و مرشد سے انتہائی عقیدت تھی۔ یہاں تک کہ دونوں کے درمیان پیری مریدی کا گہرا اور مستحکم رشتہ قائم تھا۔اس تعلق سے ذکر و اذکار سے ان کی رغبت اور بے انتہا محبت بڑھ گئی تھی کہ وہ تہجد کی نماز میں قرآن شریف کے سات سات پارہ پڑھ لیا کرتے تھے۔ عظیم محقق سید مناظر احسن گیلانی اپنی کتاب میں اسطرح سے رقم طراز ہیں وہ لکھتے ہیں:

“ خود امیر خسرو تہجد کی نماز میں سات پارے پڑھتے تھے ظاہر ہے کہ یہ حفظ کے بغیر ممکن نہ تھا، لیکن مجھے اب تک ان کے کامل حافظ ہونے کی سند نہیں ملی ہے، بعض قرائن سے جن کی تفاصیل کا موقعہ نہیں ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے بلوغ کے بعد ہی اپنے محبوب شیخ کی اتباع میں قرآن یاد کیا تھا۔ گویا قرآن ہی میں معاش اور معاد دونوں کی فلاح حق تعالیٰ نے ان کی بلند قسمت کے لیے مقدر فرمائی تھی ”۱

Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal Impact Factor 4.94 ISSN No. 2456-1665

سیاسی اعتبار سے خسرو دہلوی نے غیاث الدین بلبن سے لے کر محمد بن تغلق تک کئی بادشاہوں کا زمانہ دیکھا تھا تقریباً گیارہ بادشاہوں کی دورِ حکمرانی دیکھی اور سات بادشاہوں کی ملازمت میں بھی رہے۔اور ہر زمانے کے ہر سرد و گرم حالات سے نبرد آزما ہوئے،انھوں نے کشور ہند پر تاتاریوں کی یلغار بھی دیکھی اور اپنے محبوب ترین سرپرست شہزادہ محمد کو میدان کارزار میں شہید ہوتے ہوئے بھی دیکھا،سلطان معزالدین کی عیاشیاں بھی نظر سے گذریں اور سلطان جلال الدین خلجی جیسے پرہیزگار اور نیک بادشاہ کی صحبتوں سے بھی فیض اٹھایا وہ ان بادشاہوں کے زمانے میں مختلف اہم مناصب پر فائض رہے اور آخر میں شاہ تغلق کی حکومت کے ابتدائی زمانے میں 725 ہجری میں اس دار فانی سے کوچ کیا اور اپنے آفاقی کارناموں سے حیات جاویداں حاصل کرلی۔

"امیر خسرو" شاہی درباروں سے تعلق رکھتے تھے اور ظاہری طور پر بادشاہوں ہی کی طرح زندگی بھی بسر کرتے تھے لیکن باطنی طور پر وہ بڑے نیک، متقی، عبادت گزار، خداترس اور پرہیزگار قسم کے انسان تھے،ان کو دکھاوے، تملق، درباداری اور بناوٹ جیسی اخلاقی برائیوں سے سخت نفرت تھی اور اکثر وہ اپنے ان خیالات کا اظہار بھی کرتے رہتے تھے ان کے دل میں عشق کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اسی کے پیش نظر 713 ہجری میں حضرت نظام الدین اولیا کے ہاتھ پر باقاعدہ بیعت کی،اپنا سارا مال واسباب راہ خدا میں لٹادیا اور پابہ دامن ہو کر بیٹھ گئے۔

امیر خسرو دہلوی کے کلام میں نصیحت اور اخلاقی تعلیمات کا ایک بیش قیمت خزانہ پایا جاتا ہے، جس میں انہوں نے دنیاداری، ریاکاری اور خود پرستی جیسی اخلاقی برائیوں کی پُرزور مذمت کی ہے،اُن کے نزدیک انسان کو سادگی، شرافت اور ایمانداری کے ساتھ اپنی زندگی گزارنا چاہیئے کیونکہ اخلاص و محبت، صبر و قناعت اور ایمانداری و دیانتداری ایسی لازوال دولت ہے جس کو حاصل کرلینے کے بعد انسان کو مزید کچھ حاصل کرنے کی تمنا نہیں رہتی ہے، خسرو نے اپنی شاعری کی مدد سے تصوف و عرفان کا ہمہ گیر اور آفاقی درس دنیا کے سامنے پیش کیا جس کی تمام تر بنیاد اخلاق سازی اور کردار سازی پر رکھی گئی تھی،وہ لوگوں کو تصوف کی اعلیٰ تعلیم سے روشناس کرانا چاہتے تھے اس لیے انھوں نے سادہ اور سلیس انداز بیان اختیار کیا اور اخلاقی تعلیمات کے ذریعے لوگوں کی اصلاح کرنے کی کوشش کی،نہ صرف عوام بلکہ خواص کو بھی انھوں نے صفائی قلب اور نیکوکاری کی تنبیہ کی،اپنی مثنوی "نہ سپہر" میں بادشاہوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ اللہ اور رسول اللہ کے احکام کو مانیں، عوام و خواص کے ساتھ یکساں سلوک کریں اور کسی بھی حال میں عدل وانصاف سے چشم پوشی اختیار نہ کریں کیونکہ وہ حکمراں جو عدل وانصاف کا دامن چھوڑ دیتے ہیں ان کی حکومت میں استحکام اور مضبوطی قائم نہیں رہ پاتی،یہی وجہ ہے کہ وہ بادشاہوں کو بھلائی اور نکوکاری کی طرف راغب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

آیداز وکش زخدایاریست		پنج بناشرط جہاں داریست
رائے محکم وتدبی سخت		اولش آنست کہ درکار تخت
باز نمایندہ سرانجام کار		کار گزار آن بشہ کام گار
دور کند پردہ غفلت زپیش		سیومش آنست کہ درحزم خویش
کی سرغیری زہدش درپناہ		آنکہ سرخویش ندارد نگاہ
تازہ کند گلشن دین راسواد		چارمش آن شد کہ بانصاف وداد
نشوندآواز تظلم بہ گوش		تاکہ دمہ زاہل خراش وخروش
جہد درآسودگی خاص وعام۲		پنجمش آن شد کہ نماید مدام

امیر خسرو کو اس بات کا بخوبی احساس تھا کہ اگر ملک کا بادشاہ اس کے وزیر اور امراء اخلاقی تعلیمات سے جتنے زیادہ آراستہ و پیراستہ ہوں گے اسی قدر وہاں کی رعایا میں بھی اعلیٰ اخلاقی قدریں موجود رہیں گی، خسرو دہلوی عظمت انسانی کے قائل ہیں اور خدا کے بعد انسان کو سب سے زیادہ طاقتور اور توانا سمجھتے ہیں،اُن کے نزدیک انسان کو اشرف المخلوقات بنایا گیا ہے اور اس کائنات کی تمام تر رنگینی و رعنائی حضرت انسان ہی کی ذات سے وابستہ ہے،اس میں رحمان کا عکس جلوہ گر ہے لیکن اگر انسان اپنی اہمیت اور عظمت کو سمجھنے کے بجائے اس کو خاک میں ملانے پر تُل جائے اس کی غفلتیں اور لاپرواہیاں اس کی انسانیت و شرافت جیسی خصوصیات کو ختم کردیں تو بلاشبہ یہ نہ صرف اس کے لیے تشویش اور افسوس کی بات ہے بلکہ اس کی وجہ سے پوری کائنات کا وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے لہٰذا انسان کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی اہمیت اور اپنے تخلیق کیے جانے کے مقصد کو سمجھے اور ایسا کوئی کام انجام نہ دے جو اس کے اور پوری عالم انسانیت کے لیے نقصان دہ ہو اس کی زندگی صرف کھیل یا تماشہ نہیں ہے بلکہ ایک امانت پاکیزہ ہے جس کی حفاظت اور نگہداشت کی ذمہ داری اس کی اپنی ہے لہٰذا وہ اخلاق و کردار سازی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے انسان کو اس کی اہمیت و عظمت کا اس طرح احساس دلاتے ہیں اور کہتے ہیں:

ای زازل گوہر پاک آمدہ		گوہر تو زیور خاک آمدہ
چنبر چرخ بسی بیخت خاک		تا تو بروں آمدی ای در پاک
جان جہاں ہمہ عالم توانائی		وآنچہ نہ گنجد بہ جان ہم توئی
تو شے اقلیم ہر دو سرائے		نی فلکی تخت تو شد چار پای
گنج خدارا تو کلید آمدی		نہ از پی بازیچہ پدید آمدی
چرخ کہ از گوہر احسانت ساخت		آئینہ صورت رحمانت ساخت
آئینہ زین گونہ کہ داری بجنگ		آہ ہزار آہ کہ داری بہ زنگ"۔۳

امیر خسرو نے انسان کو صبر و سکون کے ساتھ اپنی زندگی گزارنے کی تلقین و تنبیہ کی ہے، اُن کی بیشتر شاعری خیر اندیشی، نیکوکاری اور بھلائی کی طرف راغب متوجہ کرتی ہے ان کی اخلاقی شاعری دوسرے روایتی شاعروں کی طرح نصیحتوں کا طومار اور پند و موعظت کا دفتر ہے اور تادیب و تہذیب کا سلسلہ لا متناہی ہر گز بھی نہیں ہے بلکہ عزیز دوست کے مخلصانہ مشورہ اور دلسوزی سے عبارت ہے، امیر خسرو اپنے پورے خلوص، صداقت اور فروتنی کے ساتھ زندگی گزارنے کی تلقین کرتے ہیں، اُن کے نزدیک مالک حقیقی کی رضا اور خوشنودی کے مطابق زندگی گزارنا ہی اصل خوشی اور راحت ہے اور جو لوگ دنیاوی عیش و آرام میں زندگی کی خوشیاں اور راحتیں تلاش کرتے ہیں وہ صرف اور صرف اپنی زندگی کو گمراہی میں گزارتے ہیں خسرو کی اخلاقی تعلیم پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں :

"اخلاقی تعلیمات تصوف باطنی تعلیمات کے ساتھ ظاہری اخلاق کی درستگی پر بھی زور دیتا ہے، اس لیئے امیر خسرو کے یہاں اخلاقی تعلیمات بھی ہیں، وہ اپنے دور کے ہر طبقہ کے لوگوں کے اخلاق حسنہ کے خواہاں رہے، اسی لیئے ان کے اخلاق کو درست کرنے کے لیئے ایماندارنہ بیانات دیتے رہے"۔۴

عام طور پر صوفیاء اور معلم اخلاق اس دنیا کو حقیر، بے حیثیت اور بے وفا تصور کرتے ہیں ان کے مطابق دنیا اور اس کے عیش و آرام فریبندہ ہیں جو انسان کو ہمیشہ اپنے مکر و فریب کے جال میں الجھائے رکھتی ہے لہٰذا انسان کو جہاں تک ہو سکے ان دنیاوی چیزوں سے خود کو دور رکھے لیکن امیر خسرو کا نظریہ ان مفکرین سے قدرے جداگانہ ہے وہ دنیاوی راحتوں کو حاصل کرنے کے لیے اس بات کے حق میں تو نہیں ہیں کہ انسان اپنی تمام عمر ان کے حصول میں صَرف کر دے لیکن اگر اس کو یہ دنیاوی راحتیں حاصل ہو جاتی ہیں تو پھر ان سے استفادہ کرنا چاہیئے کیونکہ یہ قدرت کا انعام ہیں اور ان سے منہ موڑنا بڑی ناشکری ہے لہٰذا ان کو رد نہیں کرنا چاہیئے بلکہ ان سے لطف اندوز ہو کر خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے، وہ اپنے اس خیال کو اپنے ایک شعر میں اس طرح ادا کرتے ہیں:

زحاجت پیش درد دنیا مجو چیز		وگر ناجستہ یابی رد مکن چیز"۔۵

امیر خسرو دہلوی عام لوگوں کو اس بات کی بھی پر زور اور پر جوش تلقین کرتے ہیں کہ وہ اپنی زندگی میں غصہ، خود پسندی اور خود سرائی جیسی اخلاقی برائیوں کو جگہ نہ دیں کیونکہ غصہ و غضب اور نفرت و بغض انسان کے لیے بڑی نقصان دہ چیزیں ہیں لہٰذا انسان کے لیے لازم ہے کہ دیانت داری، حلم اور خودداری کو اختیار کرے اور اللہ کی سپاس گزاری اور پرہیز گاری کے ساتھ زندگی گزارے، ہمیشہ سچ بولے اور اگر سچ بولنے کی وجہ سے اس کو کسی طرح کا کوئی دنیاوی نقصان بھی اٹھانا پڑے تو اس کی فکر نہ کرے کیونکہ راہ راست بھلے ہی دشوار اور مشکل نظر آتا ہے لیکن یہ بھلائی اور فلاح کی منزل کی طرف لے جاتا ہے، راست گوئی میں ہی در حقیقت انسان کی رستگاری ہے لہٰذا وہ انسانوں کو نصیحت کرتے ہوئے کچھ اس طرح گویا ہوتے ہیں :

اگر خواہی نکو باش نکو باش		ہمیشہ راست کاری و راست گو باش
مترس از تہمت گو رست گار است		کہ مرد از راست کاری رست گار است ۔۶

امیر خسرو اپنی اسلام پسندی کے باوصف انسانیت پسندی کے وصف سے مزین تھے۔ انھیں اونچ، نیچ، نفرت، تعصب، اور تنگ نظری سے سخت نفرت تھی۔
امیر خسرو، دوستی اور محبت کے قائل تھے اور ایک دوسرے کے درمیان نفرت بغض کو مٹانا چاہتے تھے۔ اور اسطرح ان کا یہ کہنا تھا کہ اس طرح سے انسانیت، محبت اور دوستی کی ایک نئی صبح کا آغاز ہو سکتا ہے اور دنیا اور انسانوں کے درمیان سکون اور امن و سلامتی کا گہوارہ ثابت ہو سکتا ہے۔ ان کا بہت ہی مشہور دوہا جو کہ انسان دوستی کی اہم مثال ہے کچھ اس طرح سے کہتے ہیں:

Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal
Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal
Impact Factor 4.94
ISSN No. 2456-1665

خسرو دریا پریم کا، الٹی وا کی دھار	جو اترا سو ڈوبا گیا، جو ڈوبا سو بار ے
سیج وّہ سونی دیکھ کے روؤں میں دن رین	پیا ہیا میں کرت ہوں پھروں، پل بھر سکھ نہ چین

امیر خسرو مثنوی ،،مطلع الانوار'' میں انسان کی اہمیت و عظمت کے بارے میں بیان کرتے ہیں، خسرو نے انسان کو ،،درپاک'' کے نام سے موسوم کیا ہے، شاعر خود کہتا ہے،، کہ خدا کے جلال و جمال کی شعاعیں اگر کہیں جذب ہوتی ہیں تو وہ انسانی وجود ہے۔اسی طرح مثنوی "مطلع الانوار" کے مطالعہ سے ہیومن ازم کا پتہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہر انسان کو دوسرے سے محبت کرنے لئے پیدا کیا ہے اور عشق کی کتاب میں کہیں نفرت کا درس موجود نہیں ہے صرف محبت کی تعلیم ملتی ہے۔در حقیقت ہیومن ازم وہ ادراک عطا کرتا ہے جو کائنات کے حسن کی اساس کو سمجھ سکے۔

امیر خسرو کو ،،ہندو مسلم اتحاد'' بہت عزیز تھا، وہ کہتے تھے کہ ہندوستان کی دو عظیم اور بڑی قوم ہندو اور مسلمان ہیں اسلئے وہ ہمیشہ یہی چاہتے تھے کہ اختلافات کو فراموش کر کے آپس میں اتحاد و یگانگت اور محبت کے ساتھ رہیں۔ان کی تعلیمات کا یہی مقصد ان دونوں فرقوں میں یعنی ہندو اور مسلمان کو انسانیت کے حلقہ میں باہم شیر و شکر کرنا تھا۔اس طرح امیر خسرو ہمیشہ انسانیت، محبت، خلوص کے ساتھ ساتھ اتحاد اور یگانگت کی بھی بات کرتے ہیں اور امیر خسرو کامیاب بھی ہوئے، یہ ان کی کوشش کا نتیجہ ہے جس کی وجہ سے تابناک و درخشاں علامات آج بھی برقرار ہیں۔

امیر خسرو ہمیشہ مشہور فارسی شاعر شیخ سعدی شیرازی کی طرح اخلاقی انتظامی تعلیمات میں حق اور صداقت کی بات کرتے ہیں اور ہمیشہ سچایی کا سبق دیتے ہیں۔حالانکہ امیر خسرو نے گیارہ(۱۱) بادشاہوں کا زمانہ دیکھا اور سات (۷) بادشاہوں کے یہاں ملازمت میں رہے۔لیکین کبھی جھوٹی تعریفیں نہیں لکھی اور نہ ہی کبھی ان کی خوشنودی حاصل کرنے لیے جھوٹے قصیدہ لکھے اس طرح امیر خسرو جھوٹ کے مخالف رہے اور صداقت پسندانہ رہنمائی کا درس دیتے رہتے تھے اسطرح امیر خسرو کی اخلاقی تعلیمات کی قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے۔

مختصراًیہ کہہ سکتے ہیں کہ امیر خسرو نے کفر و اسلام، دَیر و کعبہ، شیخ و برہمن، نفرت و حسد، کینہ و بغض اور تسبیح و زنار کے جھگڑوں کو ختم کرنے کے لئے اپنی لافانی شاعری کے ذریعے جو آفاقی اور ہمہ گیر پیغام دیا ہے اس کی اہمیت و عظمت اتنا طویل وقت گزر جانے کے بعد آج بھی اسی طرح قائم و دائم ہے اور موجودہ وقت میں جبکہ دنیا کے لوگ مادیت کے لیے صحیح و غلط اور درست نادرست اور جائز و ناجائز کے مابین فرق کرنا بھولتے جا رہے ہیں خسرو کی اخلاقی تعلیمات کی قدر و قیمت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے، انھوں ایک معلم اخلاق کی حیثیت سے جو درس دیئے ہیں وہ یقیناً قابل تامل و تفکر ہیں انہوں نے کردار سازی و اخلاق سازی کے لیے جو سبق آموز باتیں کہی ہیں ان پر عمل پیرا ہو کر انسان ایک بہترین زندگی گزار سکتا ہے ان کی تمام اخلاقی شاعری بہتے ہوئے لطیف و شیریں پانی کی طرح ہے جو پڑھنے والے کے دل و دماغ کو تر و تازگی، راحت و سکون اور شگفتگی بخشتی ہے۔

منابع :

۱۔"تربیت" از سید مناظر احسن گیلانی ص ۲۱۱۔۲۱۲
۲۔"مثنوی نہہ سپہر "از امیر خسرو دہلوی تصیح و تحشیہ محمد وحید مرزا، مطبع مشن پریس کلکتہ ۱۹۴۸، ص ۱۹۰
۳۔بحوالہ "صوفی امیر خسرو" از سید صباح الدین عبدالرحمٰن، معارف پریس شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، ۲۰۰۹، ص ۱۵۵-۱۵۶
۴۔بحوالہ "صوفی امیر خسرو" از سید صباح الدین عبدالرحمٰن، معارف پریس شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، ۲۰۰۹، ص ۱۵۵-۱۵۶
۵۔بحوالہ "صوفی امیر خسرو" از سید صباح الدین عبدالرحمٰن، معارف پریس شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، ۲۰۰۹، ص ۱۵۹
۶۔بحوالہ "صوفی امیر خسرو" از سید صباح الدین عبدالرحمٰن، معارف پریس شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، ۲۰۰۹، ص ۱۵۹
۷۔ماہنامہ "معارف"، معارف پریس اعظم گڈھ، ۱۹۴۴ء

Ghazala Hafeez
Research Scholar, Dept. of Persian,
Jawaharlal Nehru University,
New Delhi 110067
Ghazalahafeez786@gmail.com